# اپنی بات

فنونِ لطیفہ میں ادب کو جو انفرادیت اور خصوصی مقبولیت حاصل ہے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ برصغیر کے ممتاز دانشوروں اور ادیبوں نے ہمیشہ اس میں سرخاب کے پر لگانے کی انتھک کوششیں کی ہیں۔ برصغیر کے دو اہم سرخیل مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال نے اردو دانشوری کے شعبے میں ایسے کام سرانجام دیے ہیں جو ہم عصر اردو ادب کی تاریخ میں دستاویز بن گئے ہیں۔ اگر ابوالکلام آزاد نثر میں یدطولیٰ رکھنے والی عظیم شخصیت ہیں تو علامہ اقبال اسلامی فکر اور مخصوص لب و لہجے کے مالک ایسے شاعر ہیں جن کے کلام کا بہت سا حصّہ قرآنی آیات کی تفسیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دونوں شخصیتوں نے معیاری اور بامقصد نثر و نظم کے ایسے چمنستانوں کی سیر کرائی ہے، جو ان کے عہد اور ان کے بعد کے عہد میں بھی صرف انہی کا حصّہ ثابت ہو چکا ہے۔ انھوں نے ادب کی سنگلاخ زمینوں کو نہ صرف ادبی اور شعری مرغزاروں، کوہساروں اور سبزہ زاروں سے آباد کیا ہے، بلکہ اپنے بعد آنے والی شخصیتوں کی رہنمائی کے لیے ادب کی ایسی پختہ روش تیار کی ہے جس پر چل کر بہت سے ادیب و شاعر آج بڑے بڑے ادبی و علمی مقام و مرتبہ پر فائز نظر آتے ہیں، اگر ایک طرف ابوالکلام آزاد الہلال اور البلاغ کے ذریعہ نثر کے سحر میں لوگوں کو گرفتار کر رہے تھے، تو وہیں دوسری طرف علامہ اقبال اپنے دانشورانہ فکر رکھنے والے اشعار سے شاعری کی دنیا کو نہ صرف مسحور کر رہے تھے، بلکہ اپنی اسلامی اور ادبی شاعری سے کارگہہ حیات میں ایسا جادو جگا رہے تھے، جو وقت کے ساتھ ساتھ مزید سحر آگیں اور اپنی افزونی کے باوصف ایسی خوشبو میں رچا بسا تھا کہ اس کی خوشبو وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی گئی اور آج بھی جب کوئی کلام اقبال کا مطالعہ کرتا ہے تو اس پر کئی دنیائیں آباد نظر آتی ہیں۔ دونوں کو قدرت نے ان کی زندگیوں میں ہی ایسا عروج بخشا کہ وہ جیتے جی بہت کم لوگوں کے حصّے میں آیا۔ ان کے اجتہادانہ طرز تکلم اور عظمت شعر سے آج بھی عقل و دانش کے ایسے آبشار پھوٹتے نظر آتے ہیں کہ ہر ذی روح کا اس میں ڈوبنے کو جی چاہتا ہے۔ ان کی نشست و برخاست میں بھی مجلسی ادب کے ایسے نمونے ملتے ہیں، جو اپنے اندر مختلف موضوعات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

اپنے عہد کے رئیس المتغزلین اور برصغیر کے عظیم شاعر اور مجاہد آزادی مولانا حسرت موہانی نے جب یہ شعر کہا تھا:

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں وہ مزہ نہ رہا

تو ان کے سامنے یقیناً الہلال اور البلاغ کے صفحات پر بکھری ہوئی ابوالکلام کی نثر کی زندہ احساس و ادراک رکھنے والی ایسی تمثیلیں ہوں گی، جن کا کسی کے پاس کوئی جواب نظر نہیں آتا۔ پھر بھلا ان کے بعد آنے والے دوسرے ادب و شاعری کے علم برداروں میں یہ جرأت و جسارت کہاں کہ وہ اس موتیوں بھری نثر کو روشنی دکھا سکیں، بلکہ پوری اردو دنیا اس بات پر شاہد عدل ہے کہ ہر نثر نگار نے ان سے کچھ نہ کچھ فیضان ضرور حاصل کیا ہے۔ یہی حال علامہ اقبال کی معجزانہ شاعری کا ہے۔ ان کے خیالات اور بعض قرآنی تراجم کو بہت سے لوگوں نے شعری جامہ پہنا کر پیش کرنے کی سعی کی ہے، لیکن یہ چراغ کو چراغ دکھانے کے مترادف بھی ثابت نہیں ہو سکا ہے۔ ہاں البتہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر بہت سے شعرا بام عروج پر پہنچے ہیں اور فہم و ادراک کے نئے شناور کے طور پر متعارف ہوئے ہیں۔ یہ دونوں شخصیتیں اپنے اپنے نثر و نظم کے میدان میں کل بھی درِ نایاب تھیں اور آج بھی در شہوار ہیں۔ ان شخصیتوں کا نومبر میں یوم پیدائش ہے اور ان کو اردو دنیا کا سچا خراج عقیدت یہی ہوگا کہ اردو ادب و شاعری میں جو بے محابہ غیر متوازن عیوب کی فراوانی ہو گئی ہے، ان سے اردو ادب و شاعری کو پاک و صاف کیا جائے، جو لوگ اس پردۂ زنگاری میں نئے مقام و مرتبہ کی تلاش میں ہیں، وہ پہلے ان شخصیتوں کی دستاویزی نثر و نظم کا بھرپور مطالعہ کریں، پھر اپنے لیے کوئی راہ متعین کریں۔ محض اپنے حافظے پر بھروسہ کر کے کچھ کہنا یا لکھ دینا نہ صرف خوب صورت اور کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان کو پراگندہ کر دیتا ہے، بلکہ اس سے لکھنے والے کی شخصیت بھی داغ دار ہوتی ہے۔

اردو اکادمی، دہلی کی سرگرمیاں ان دنوں عروج پر ہیں، پہلے شاعرات کا کل ہند مشاعرہ اور پھر آل انڈیا قومی یکجہتی مشاعرہ کا انعقاد اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں، پھر اردو ڈراما فیسٹول اور اردو وراثت میلہ اپنے آغاز کے منتظر ہیں۔

'ایوانِ اردو' کے قارئین اور ادیب و شاعر حضرات کے تاثراتی خطوط کا ہمیں انتظار ہے۔ اس لیے کہ ان کے خطوط ہی ہمیں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں اور آگے بڑھنے کے لیے مہمیز بھی ثابت ہوتے ہیں۔

—ادارہ